{6} شنید ہے کہ قسط وار سودی قرضے سے حاصل کردہ 'یا انشورنس شدہ گاڑیوں اور عمارتوں کو ایسے مواقع پر مالکان خود بھی آگ لگا کر زیادہ سے زیادہ رقوم بٹورنے اور قرضے معاف کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس پُرفتن دور میں متوقع بلکہ یقینی مفاسد سے تحفظ حاصل کرنے اور کفارِ عالم کی سازشوں کو ناکام و نامراد بنانے کی خاطر اسلامیانِ عالم پر کچھ اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

{1} کتاب وسنت کی تعلیم اور اسلامی تربیت وتبلیغ کے ذریعے اہل اسلام کے قلوب واذہان کو اسلامی نظام زندگی کی قبولیت کے لیے تیار کیا جائے۔

{2} انتخابات میں ذاتی مفادات سے قطع نظر نسبتاً اسلام پسند پارٹی کو کامیاب بنانے کی کوشش کی جائے۔ زمینی حقائق اسی کا تقاضا کرتے ہیں، اگرچہ جمہوریت کامیاب نظامِ حکومت نہیں ہے۔

{3} پُرامن جدوجہد کے ذریعے حکمرانوں کو اسلامی نظام کے نفاذ پر آمادہ کیا جائے۔

{4} کسی بھی قسم کی دہشت گردی کے موقع پر اسلام اور اہل اسلام کے عظیم تر مفاد کے پیش نظر ہمیشہ امن اور رواداری کی فضا برقرار رکھنے کا اہتمام کیا جائے۔

{5} ''مشکوک افراد' اور ''اشیاء' پر کڑی نگاہ رکھ کر قانون نافذ کرنے والے اداروں کو فوراً آگاہ کیا جائے

{6} اسلام دشمن ممالک کی مصنوعات سے حتی الامکان بائیکاٹ کیا جائے۔

{7} ضروری معلومات کی فراہمی وغیرہ میں اپنے ملک کے خفیہ اداروں کے ساتھ تعاون کیا جائے۔

{8} فوج اور پولیس کے خلاف پروپیگنڈے سے اجتناب کیا جائے۔

جدید ڈکشنری

اخلاق: جس کی سپلائی ہمیشہ ڈیمانڈ سے کم رہی ہے۔ **آدمی:** وہ جانور جس کی **کھال** ایک سے زائد مرتبہ **اتاری** جاسکتی ہے۔

سیل: عوام الناس کو لوٹنے کا نیا طریقہ۔ **شکر:** وہ واحد چیز جسے ہر وقت آسانی سے **ادا** کیا جاسکے۔

تھرمامیٹر: عورت کی زبان بند کرنے کا واحد آلہ۔ **بیوٹی پارلر:** جہاں **مغرب** کی **تہذیب** کو پالا جاتا ہے۔

دوپٹہ: آج کل بطورِ **لاکٹ** استعمال ہوتا ہے۔ **آنکھیں:** **زنانہ** ہوں تو جھلمل، **مردانہ** ہوں تو واٹر پروف۔

ارسال کنندہ: منیبة بنت أبی مصعب بلغاری

درس قرآن پاک

ڈاکٹر اسماعیل امین

تراشِ رحمانی در فوائد قرآنی

﴿ يٰبني اسرآئيل اذكروا نعمتي التي أنعمت عليكم وأوفوا بعهدي أوف بعهدكم وإياي فارهبون ﴾[البقرة ٤٠] ترجمہ: ''اے اسرائیل کی اولاد! میری ان تمام نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کیں اور مجھ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو، میں تم سے کیے ہوئے عہد کو پورا کروں گا اور مجھ سے ہی ڈرو۔''

سابقہ آیات سے ربط اور مختصر تفسیر:

امام شوکانیؒ نے آیت مبارکہ کی تفسیر میں قرآنی آیتوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کی کوششوں کو ذکر کے مفسرین کے اس منہج کو غلط قرار دیا ہے۔ آپ کے بقول اس منہج میں بہت تکلف ہے، کیونکہ قرآن کا نزول مختلف واقعات اور حوادث کے پیش نظر ہوا ہے اور اس میں مختلف موضوعات مختلف اسالیب سے بیان ہوئے ہیں۔ اس لیے ان آیتوں میں ربط باقی رہنا مشکل ہے جبکہ بعض مفسرین نے آیتوں کے درمیان ربط کو ثابت کرتے ہوئے سیاق وسباق سے بھی مسائل استنباط کیے ہیں اور بعض نے اس میں تکلف سے بھی کام لیا ہے۔

دونوں نظریات کے درمیان معتدل منہج یہ ہے کہ اگر دو آیتوں کے درمیان ربط میں تکلف کا سامنا نہ ہو تو اس سے کوئی معنی استنباط کرنے اور اس سیاق سے بھی اعجازِ قرآنی کو ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ آیات قرآنیہ کے مابین ترتیب بھی توقیفی ہے۔ یعنی اگر چہ نزول قرآن کا تعلق حوادث (پیش آمدہ واقعات) کے ساتھ ہے، لیکن آیت کے نزول پر خود نبی علیہ الصلاۃ والسلام کاتبین وحی سے فرماتے تھے کہ اس آیت کو فلان سورت میں فلان آیت کے بعد لکھیں۔ پھر عرض اخیر (جبریل کے ساتھ رمضان میں اعادہ) سے ترتیب قرآنی مشیت الٰہیہ کے عین مطابق تکمیل پذیر ہوئی۔

زیرِ تفسیر آیت مبارکہ سے پہلے کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے آغاز پیدائش کا ذکر فرمایا۔ پھر عام انسانوں کو اپنی بندگی کی دعوت دی۔ اس کے بعد ان آیتوں میں بطور خاص بنی اسرائیل کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جارہی ہے، کیونکہ وہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے رہتے تھے، پس وہ زیادہ حقدار تھے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام پر ایمان لاتے، کیونکہ تورات اور انجیل کے ذریعے وہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی صداقت جان گئے تھے۔

بعض نے کہا کہ سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پر ایمان لاکر مستفید ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے لوگوں کی

تین اقسام ذکر فرمائیں: اہل ایمان، کفار اور منافقین۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں کفار کی دو اقسام تھیں:

۱۔ کفار مکہ وغیرہ جو کسی آسمانی دین کے پابند نہیں تھے، اس لیے قرآن نے انہیں امیین یا مشرکین سے تعبیر کیا ہے۔

۲۔ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت سے پہلے بھی آسمانی دین کے دعویدار تھے اور ''اہل کتاب وعلماء'' کہلاتے تھے اور ان کی شریعتوں میں آخری نبی ﷺ کی بشارت بھی مفصلاً موجود تھی اور یہ لوگ پڑھے لکھے ہونے کی وجہ سے عام اہل عرب کی نظر میں معزز اور قابل اعتماد مانے جاتے تھے۔ ان کی بات اثر انداز ہوتی تھی۔ اگر یہ راہِ راست پر آجاتے تو دوسروں کے مسلمان ہونے کی توقع زیادہ ہوتی۔

سورۃ البقرہ چونکہ مدنی ہے، اس لیے اس میں مشرکین و منافقین کے بیان کے بعد اہل کتاب کو خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ خطاب کیا گیا۔ آیت نمبر ۴۰ سے ۱۲۳ آیات، آخر پارہ الٓم تک انہی لوگوں سے خطاب ہے، جس میں ان کو مانوس کرنے کے لیے ان کی خاندانی شرافت اور اس سے دنیا میں حاصل ہونے والے اعزاز کا، پھر اللہ تعالیٰ کی مسلسل نعمتوں کا ذکر کیا گیا، پھر ان کی بے راہ روی اور غلط کاریوں پر متنبہ کیا گیا اور صحیح راستے کی طرف دعوت دی گئی۔

﴿یبنی اسرآئیل﴾ میں (یا) حرفِ نداء اور (بنی اسرائیل) منادیٰ ہے۔ (بنی) اصل میں (بنین) تھا، اضافت کی وجہ سے (ن) حذف ہوا ہے (بنین) اصل میں اولادِ نرینہ کو کہا جاتا ہے، لیکن یہاں (بنی اسرائیل) سے قبیلہ اور قوم مراد ہے۔ اس لیے اولادِ اسرائیل میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ (اسرائیل) عبرانی لفظ ہے اور عربی میں اس کا معنی (عبداللہ) ہے، اور یہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کا لقب یا ان کا دوسرا نام ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، جنہوں نے بعد میں بنی اسرائیل کے مشہور قبیلے کی شکل اختیار کی۔

(بنی اسرائیل) سے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں موجود یہود و نصاریٰ جو مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد رہائش پذیر تھے اور ان کے بعد آنے والے تمام اسرائیلی مراد ہیں۔ مدینہ میں آپ ﷺ کی بعثت کے وقت یہودیوں کے تین مشہور قبیلے بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع رہتے تھے۔ ان سے خصوصی اور بعد والوں سے عمومی طور پر مخاطب ہو کر آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ فرمایا: ﴿اذکروا نعمتی التی أنعمت علیکم﴾ (اذکروا) (ذکر) کے معنی یاد کرنے کے ہیں۔ ذکر کا تعلق جب دل سے ہوتا ہے تو اس کی ضد ''نسیان'' ہے یعنی بھولنا، یا اس کا تعلق زبان سے ہوتا ہے تو اس کی ضد ''انصات'' ہے یعنی خاموش رہنا۔ (نعمتی) نعمۃ مفرد ہے جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہے۔ عربی زبان کے ایک مشہور قاعدے کے مطابق جب مفرد ہوتا ہے تو عموم اور جمع کا معنی ادا کرتا ہے، یعنی میری اللہ تمام

نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی ہیں۔ یہاں نعمتوں کا احساس دلا کر جذبہ شکر پیدا کرنا مقصود ہے اور نعمتوں کی یاد، دل سے اس کا اعتراف، زبان سے اقرار اور اعضاء و جوارح سے اس کے تقاضے پورے کرنے سے ہوتا ہے، اسی کو ''شکر'' کہتے ہیں۔

(التی أنعمت علیکم) میں اللہ نے ان تمام نعمتوں کی نسبت اپنی طرف کر کے یہ بھی واضح فرمایا کہ بندے پر اللہ کی نعمت محض اللہ کا فضل و کرم ہوتا ہے، بندے کا کوئی کمال نہیں ہوتا۔ یوں بنی نوع انسان پر اللہ کے ان گنت احسانات اور انعامات ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔﴿وإن تعدوا نعمة الله لاتحصوها﴾[ابراهيم ٣٤] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بہت ساری مخصوص نعمتوں سے بھی نوازا تھا جن کی طرف آیت مبارکہ میں اجمالاً اشارہ کیا گیا۔ جبکہ قرآن کے دوسرے مقامات پر مفصلاً ذکر فرمایا۔ ان میں بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے انبیاء و رسل کی بعثت، فرعون کے پنجہ استبداد سے نجات، من وسلویٰ کا اتارنا، پتھروں سے چشمے جاری کرنا، بادلوں سے سایہ مہیا کرنا اور دینی و دنیاوی سیادت و قیادت وغیرہ سب شامل ہیں۔

مذکورہ تمام نعمتیں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں موجود بنی اسرائیل کے آباؤ اجداد کو میسر آئی تھیں، لیکن جو شرف باپ کو حاصل ہوتا ہے، اس میں بیٹا بھی شرف محسوس کر کے فخر کرتا ہے۔ جس طرح نبی علیہ السلام کے زمانے میں یہودیوں کا طرزِ عمل تھا اور اس مین یہ تنبیہ بھی مقصود ہے کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کی قدر اور آخری نبی ﷺ پر ایمان نہ لائے تو تمہیں بھی ایسی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، جس کا سامنا تمہارے آباؤ اجداد کو کرنا پڑا تھا۔

(وأوفوا بعهدی) وفاء کے معنی پورا کرنے کے ہیں (عهدی) وہ عہد جو میں نے تم سے لیا ہے۔ (أوف بعهدکم) یہ جملہ جواب امر ہے یعنی اگر تم میرے عہد کو پورا کرو تو میں بھی تم سے کیے ہوئے عہد کو پورا کروں گا۔ جس طرح فرمایا﴿ ولقد أخذ الله میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منهم اثنی عشر نقیبا وقال الله إنی معکم لئن أقمتم الصلوٰة واٰتیتم الزکوٰة واٰمنتم برسلی وعزرتموهم وأقرضتم الله قرضا حسنا لأکفرنّ عنکم سیئاتکم ولأدخلنکم جنٰت تجری من تحتها الانهٰر ﴾[المائدہ ١٢] اس آیت کریمہ میں فریقین کے عہد کا تذکرہ ہے۔ اللہ نے ان سے جو عہد لیا تھا اس میں نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور اس شق میں خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانا سرفہرست تھا، جن کی بشارت تورات انجیل میں بھی دی گئی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کو عمدہ قرض دیتے رہنا اور اللہ نے فرمایا کہ اگر تم میرے مذکورہ عہد کی پاسداری کرو تو میرا بھی تم سے عہد ہے کہ تمہارے ساتھ ہمیشہ میری معیت یعنی نصرت شامل رہے گی اور تمہارے گناہوں کو بخش دوں گا اور تمہیں جنتوں میں داخل کر دوں گا۔

دوسری جگہ بنی اسرائیل سے لیے ہوئے عہد کو اس انداز میں بیان فرمایا﴿ وإذ أخذنا میثاق بنی اسرائیل

لاتعبدون إلا اللہ وبالوالدين إحسانا وذی القربیٰ واليتامیٰ والمساكين وقولوا للناس حسنا وأقيموا الصلوۃ واتوا الزكوة ﴾[البقرة ٨٣] اللہ کے سوا کسی کو معبود برحق نہ سمجھنا اور والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور عام لوگوں سے اچھی باتیں کرنا اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا۔

تیسری جگہ فرمایا ﴿وإذ أخذ اللہ ميثاق الذين أوتوا الكتاب لتبيننه للناس ولا تكتمونه ﴾[آل عمران ١٨٧] اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ تورات اور انجیل میں جو احکام و مسائل اور پیشگوئیاں ہیں خصوصاً نبی آخر الزمان ﷺ کی بشارت، انہیں لوگوں تک ضرور پہنچانا ہے، چھپانا نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے ثابت ہے (اوفوا ابعهدی أوف بعهدكم) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میرا وہ عہد پورا کرو جو تم سے نبی آخر الزمان کی نبوت پر ایمان لانے کی بابت لیا تھا، اگر تم اس عہد پورا کرو گے تو میں بھی اپنا عہد پورا کروں گا کہ تم سے وہ بوجھ اتار دیا جائے گا جو تمہاری کوتاہیوں کی وجہ سے بطور سزا تم پر لادا گیا تھا۔[التفسير الصحيح بحواله تفسير ابن ابی حاتم] بعض کہتے ہیں کہ یہاں وہ عہد مراد ہے جو اللہ نے بنی اسرائیل سے تورات کے ذریعے لیا تھا کہ اللہ عنقریب بنی اسماعیل سے ایک نبی مبعوث کرے گا جس کے پیروکار سارے عرب ہوں گے، پس جو اس کی اتباع کرے گا اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس کو دوگنا اجر ملے گا۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ذکر کر کے کہا: ''راجح یہ ہے کہ مذکورہ تمام اقوال اس عہد میں شامل ہیں۔''

﴿وإياى فارهبون ﴾ (الرهبة) شدت خوف کو کہا جاتا ہے اور ایسا خوف جس کے بعد احتیاط کی جائے اور اس جملے میں تخصیص کا معنی پایا جاتا ہے۔ یعنی خاص کر مجھ ہی سے ڈرتے رہو کسی اور سے نہ ڈرو۔ اس کی توضیح اسلوب عرب کے تین طریقوں سے کی گئی: (أ) ''إياى'' میں مفعول بہ کو مقدم کیا گیا۔ (ب) فارهبون کے آخر سے یائے متکلم کو حذف کر کے نون پر کسرہ لگایا گیا تاکہ اس کا معنی برقرار رہے۔ یائے متکلم محذوف نے ''إياى'' کے بعد تکرار کا معنی دیا۔ (ج) فارهبون میں (فاء جزائیہ) لاکر ثابت کیا گیا کہ اس کلام میں شرط کا معنی شامل ہے۔[تفسير الطبری، القرطبی، ابن كثير، ابن العثيمين، الفرقان فی تفسير القرآن، التفسير الصحيح، أضواء البيان، معارف القرآن، تفسير البيضاوی، تفسير لقمان]

آیت مبارکہ سے مستنبط فوائد:

فائدہ نمبر ۱۔ اللہ جب کسی سے مخاطب ہوتا ہے تو وہ مخاطب یا دوسروں سے زیادہ اس حکم کو یاد رکھنے والا ہوتا ہے یا وہ اس حکم کی اتباع کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ یہاں دوسرا پہلو زیادہ واضح ہے۔ بنی اسرائیل کے ہاں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے

میں پہلے سے علم تھا، اس لیے وہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کے دوسروں سے زیادہ مستحق تھے۔[ابن العثیمین]

فائدہ نمبر۲۔ قرآن کریم کا مؤثر اسلوب خطاب۔ ''یا بنی یعقوب'' کی بجائے ''یا بنی اسرائیل'' سے خطاب کیا ''اسرائیل'' بمعنیٰ ''عبداللہ'' کے ذکر میں یہ حکمت ہے کہ اسی لفظ سے ہی ان کو احساس ہو جائے کہ ہم (عبداللہ) یعنی اللہ کے عبادت گزار بندے کی اولاد ہیں، ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت کا آغاز (یبنی اسرائیل) سے کیا اور انہیں ان کے والد ماجد کی طرح حق کو قبول اور اس کی اتباع کرنے کی دعوت دی۔ کہا کہ تم اپنے باپ کی طرح حق کے متبع بنو، جس طرح اگر شریف اور کریم کا بیٹا غیر شریفانہ حرکت کرے۔ بہادر کا بیٹا بزدلی دکھائے، عالم کا بیٹا علم سے دور رہے تو کہا جاتا ہے: اے شریف کے بیٹے! شرافت اختیار کرو، اے بہادر کے بیٹے! بہادری دکھا، اے عالم کے صاحبزادے! علم حاصل کر۔[تفسیر ابن کثیر، معارف القرآن]

فائدہ نمبر۳۔ آیت مبارکہ میں بنی اسرائیل کو حق کی دعوت دیتے وقت اللہ کی نعمتوں کی یاد دہانی کرائی تاکہ وہ حق جلد قبول کریں اور اللہ کی حجت پوری ہو۔ یہاں سے ہم یہ فائدہ استنباط کر سکتے ہیں کہ دین کی طرف دعوت دیتے وقت اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرنا اہم وسائل دعوت میں سے ہے۔ جب بندہ اللہ کی نعمت کا احساس کرے تو وہ اللہ سے محبت کرے گا پھر وہ حق کو قبول کر سکتا ہے، کیونکہ اللہ کی نعمت اللہ کا محض کرم اور مہربانی ہوتی ہے۔[ابن العثیمین]

فائدہ نمبر۴۔ (اذکروا نعمتی) دراصل شکر کرنے کی تلقین ہے، کیونکہ جب نعمت کو یاد کریں گے، تب وہ شکر ادا کر سکے گا۔ اگرچہ اللہ کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں، لیکن شکر کی بجا آوری کے لیے نعمتوں کی یاد دہانی لازمی ہے۔ جیسا کہ حکم ربانی ہے ﴿وأما بنعمة ربک فحدث ۞﴾[الضحی ۱۱]

فائدہ نمبر۵۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو نعمتیں یاد دلا کر ذکر و اطاعت کی دعوت دی ہے۔ اور امت محمدیہ کو جب اسی کام کی دعوت دی تو احسانات و انعامات کا ذکر کیے بغیر فرمایا ﴿فاذکرونی أذکرکم﴾[البقرۃ ۱۵۲] یعنی تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ اس میں امت محمدیہ کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ محسن و منعم سے ان کا تعلق بلاواسطہ ہے۔ یہ محسن کو پہچان کر احسان پہچانتے ہیں، بخلاف دوسری امتوں کے کہ وہ احسانات کے ذریعے محسن کو پہچانتے ہیں۔ [القرطبی]

فائدہ نمبر۶۔ آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد و پیمان کی پاسداری ضروری اور واجب ہے جہاں اللہ نے بنی اسرائیل کو عہد پورا کرنے کو کہا وہاں متعدد قرآنی آیات کے ذریعے اہل اسلام کو بھی یہی حکم دیا۔ ﴿یأیها الذین اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾[المائدۃ ۱] ﴿وأوفوا بعهد الله﴾[النحل ۹۱] بلکہ نبی علیہ السلام نے ایفائے عہد کو دینداری کے ساتھ لازم